ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خاں سائل

(۹)

(از جناب مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب واصف دہلی)

عوارض اور وفات اگرچہ نواب صاحب مرحوم کو جوانی میں نقرس کی شکایت پیدا ہو گئی تھی اور اس کے متعلق وہ فرماتے تھے کہ یہ خاندانی شکایت ہے پھر بھی مجموعی طور پر ان کی صحت قابل رشک تھی۔

۱۹۳۶ء میں اپنے چھوٹے صاحبزادے مرزا غلام نظام الدین کی سفارش کے لئے حیدر آباد تشریف لے گئے۔ صاحبزادے انگریزی فوج میں سپاہی تھے نواب صاحب کا خیال تھا کہ حیدر آباد کی فوج میں تبادلہ کرا دیں چنانچہ ان کو حیدر آباد کی فوج میں میجر کا عہدہ ملا۔ حیدر آباد میں سائل مرحوم نے نواب منظور یار جنگ بہادر کی کوٹھی مقابل عثمانیہ یونیورسٹی میں قیام کیا۔ ایک روز شب میں آرام کرسی پر مصروف مطالعہ تھے رات کے بارہ بجے کے قریب فارغ ہو کر استراحت کے ارادے سے پلنگ کی طرف جانا چاہتے تھے۔ پیر کے انگوٹھے میں نہمد کا کونہ اُلجھ گیا۔ ایک کولھے کا جوڑ اُتر گیا ہڈی چٹخ گئی۔ گیارہ ہفتے تک ہسپتال میں رہے۔ اور ۱۹۳۸ء میں دہلی واپس آگئے۔ جب سے آخر تک ٹانگیں اور نیچے کا دھڑ بالکل بیکار رہا۔ بلکہ اکثر پیروں میں زخم بھی ہو جاتا تھا اور کافی عرصے تک رہتا تھا۔ پانچ چھ سال سے اختلاج بھی رہتا تھا۔ پانی اُتر آنے کی وجہ سے آنکھیں تقریباً جاتی رہی تھیں صرف اندھیرے اُجالے کا امتیاز باقی رہ گیا تھا اس طویل بیماری اور معذوری کے زمانے میں نواب افتخار علی خاں رئیس پاٹودی نے تبدیل آب و ہوا کی غرض سے پاٹودی میں بلایا۔ نواب افتخار علی خاں بن نواب ابراہیم علی خاں مرحوم سائل صاحب کے نواسے ہوتے ہیں کیونکہ ان کی بھانجی شہر بانو بیگم نواب افتخار علی خاں کی والدہ تھیں۔

کئی بار تبدیل آب و ہوا کی غرض سے پاٹودی تشریف لے جاکر قیام کیا آخری بار بھی اسی سلسلے میں تشریف لے گئے تھے۔ مگر دوسرے تیسرے دن طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور جمعہ کی شام کو سخت تکلیف کی حالت میں دہلی واپس لایا گیا۔

بروز ہفتہ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۷ شوال ۱۳۶۴ھ بوقت صبح ۱۰½ بجے اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف رُخ کیا۔

راقم تذکرہ کے پاس گیارہ بجے خبر پہنچی۔ دولت خانے پر حاضر ہوا۔ اس وقت دولت خانے پر مرحوم کے قریبی اعزہ میں سے کوئی نہ تھا۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا آگیا۔ بڑی مشکل سے طبیعت پر قابو پایا۔ اس عبرتناک منظر کو دیکھا اور دل مسوس کر رہ گیا۔ آہ!

بیگم صاحبہ ریاست پاٹودی میں ہی تشریف فرما تھیں۔ اور صاحبزادے (مرزا قطب الدین محمد میاں) شہر دھرمسالہ میں تھے۔ شام کو بیگم صاحبہ ۵ بجے دہلی پہنچ گئیں۔

۸ شوال ۱۳۶۴ھ ۹ بجے صبح کو جنازہ لال دروازے سے اجمیری دروازے لے جایا گیا اور عربک کالج میں نماز جنازہ ہوئی۔ اس وقت زعما و مشاہیر میں سے جناب خواجہ حسن نظامی اور داغ مرحوم کے شاگرد پنڈت تربھون ناتھ زار دہلوی۔ کنور مہندر سنگھ بیدی مجسٹریٹ۔ لالہ دھرم پال گپتا ایڈیٹر اخبار تیج اور ان کے علاوہ ہر طبقے کے سینکڑوں ہندو مسلمان موجود تھے۔ نماز جنازہ کے بعد موٹروں کے ذریعہ جنازہ مہرولی لے جایا گیا اور درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں اندرون صندل خانہ اپنے چچا اور دادا کے قریب اس مکارم اخلاق اور علم و ادب کے آفتاب عالمتاب کو خاک میں چھپا دیا گیا۔

کس قدر حسرت ناک تھا وہ دن جب سائل کا جنازہ اُٹھ رہا تھا۔ یہ سائل دہلوی کا جنازہ نہ تھا مشرقی تہذیب، مشرقی تمکین و وقار کا جنازہ تھا۔ دہلی مرحوم کے روایتی اخلاق و مکارم اور دلی کی گلیوں کی "ذوقی" جاذبیت کا جنازہ تھا جس کو ہم نے اپنے کندھوں پر لے جاکر اسی سرزمین میں دفن کر دیا جہاں سے یہ سرچشمہ پھوٹا تھا یعنی یادگار سطوت اسلام گہوارۂ عروج اقوام جوار مسجد قوۃ الاسلام

جب اُستاد مرحوم اور اُن کی توجہات کا تصور آتا ہے، گلا گھٹنے لگتا ہے، وحشت ہونے لگتی ہے

میں اپنے آپ کو ایسے پروانے کی مانند سمجھتا ہوں جس کو محیط شش جہت تاریکی میں دور سے شمع کی روشنی نظر آجائے اور وہ اپنے پورے جنونِ شوق کے ساتھ لپکے، ناگاہ شمع گل ہوجائے اور وہ چار سو سر ٹکراتا پھرے۔ نہ اس کو موت آتی ہے کہ عذاب ہجر سے نجات ملے اور نہ جلوۂ محبوب میسر آتا ہے کہ اس کے دل کی چنگاری شعلۂ حسن سے متصل ہوکر حیاتِ ابدی حاصل کرے۔

بہرحال شہر میں متعدد تعزیتی جلسے ہوئے مرثیے پڑھے گئے۔ مضامین شائع ہوئے۔ ایک قابل ذکر وہ تعزیتی اجتماع ہے جو مورخہ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو جناب نوح ناروی کے اہتمام سے صاحب زادہ قطب الدین محمد میاں کی زیرِ صدارت مرحوم کے دولت خانے پر منعقد ہوا تھا جس میں دہلی اور بیرون دہلی کے اکثر شعراء اور مشاہیر نے شرکت کی۔ اور بے شمار تعزیتی قطعات و رباعیات اور نظمیں پڑھی گئیں۔ مرحوم کے متعلق جو نظمیں کہی گئی ہیں ان میں سے بعض درج ذیل کرتا ہوں:۔

قطعہ

(از جناب سید وحید الدین صاحب بیخود دہلوی)

مرنے کا زندگی میں نہ رنج و محن گیا — بیخود کو داغ دے کے سر اہل وطن گیا
صابر نے مر کے بزمِ سخن کو مٹا دیا — سائل کے ساتھ قبر میں لطفِ سخن گیا

نوحۂ وفات حسرت آیات عالی جناب ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی

(از جناب پنڈت ترلوک ناتھ زتشی زار دہلوی ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۵ء)

تھا کبھی جنت نشاں اُجڑا وطن ہندوستاں — یہ جہاں آباد دہلی جس کی تھی روحِ رواں
وجہ عظمت اس کے تھے جو لٹ گئے وہ خانداں — اب نہ باقی کارواں ہے اور نہ میر کارواں
شعلۂ بربادی و نکبت نے پھونکا آشیاں — ہو گئے علم و ادب کے سب مربّی لامکاں
کہنہ تہذیب و تمدن کی پریشاں ہے دکاں — کاملانِ خطۂ دہلی ہوئے بے خانماں
صوفیا آنکھوں سے اوجھل اولیا ہیں سب نہاں — شین و مین ان کے لئے کرتے ہیں اب کروبیاں
اب نہ خسرو ہیں نہ ان کے عہد کے گوہر فشاں — ہو گئے انل پہیلی اور مکرنی چیستاں

میرؔ، سوداؔ، مصحفیؔ اللہ کو پیارے ہوئے — ذوقؔ، مومنؔ اور غالبؔ کا مٹا نام و نشاں
اب ضمیرؔ و بسملؔ و سرورؔ و ولیؔ باقی نہیں — چل بسے مضطرؔ، نسیمؔ و مصدرِ شعلہ زباں
یہ تو تھے متقدمین، متاخرین کا ماجرا — کیا بیاں کیجے کہ ہیں چشمانِ گریاں خونچکاں
سالکؔ و مجروحؔ و حالیؔ و ظہیرؔ نغمہ سنج — انورؔ و عارفؔ ذکیؔ آزادؔ و یکتائے زماں
تھے ادیبؔ و ارشدؔ و دیواںؔ اسی گھر کے چراغ — تھے یہیں داغؔ فصیح الملک استادِ جہاں
شیفتہؔ و نیرؔ درخشاں تھے ایسے تاجور — دلی ان کے دم سے دلی تھی یہ تھے دلی کی جان
ثاقبؔ و طالبؔ فروغؔ و مہرؔ اخترؔ اور نسیمؔ — سائلؔ و مشتاقؔ و جوہرؔ تھے یہیں رطب اللساں
راسخؔ و ساقیؔ و تاباںؔ اور راحلؔ خاں یہ سب — ایک اک کر کے ہوئے رہ گیر ملکِ قدسیاں
دیکھتے ہی دیکھتے اس باغ میں پت جھڑ ہوئی — اب نہ وہ غنچے نہ وہ گل ہیں نہ ہے وہ گلستاں
رہ گئے تھے چند خوش گو جو یہاں چھوٹے بڑے — میٹ کر ان میں سے اکثر کو رہا یہ آسماں
ابتدا میں برقؔ دلی سے مرخص ہو گئے — بعد میں رونقؔ ہوئے راہی سوئے باغِ جناں
شاعرِ معجز سے پھر خالی ہوئی بزمِ سخن — پھر ہوئے فردوس منزل ساحرؔ جادو بیاں
یادگارِ راسخؔ مرحوم شیداؔ نکتہ رس — جلد پہنچے سوئے ارم پاکر اسے دارالاماں
ہوگئی ویراں سراپا دلیٔ برباد و ریش — جا بسے نواب سائلؔ جب میانِ نوریاں
تھے سراج الدین احمد خان سائلؔ دہلوی — حامیِ اخلاق و آداب و رواجِ باستاں
شاعرِ نامد ادیب بذلہ سنج و خوش خصال — تھے بہارِ باغِ داغؔ بلبلِ ہندوستاں
وقف بہرِ دوستاں شفقت محبت کر رہی — تھی مروت آپ کی مختص برائے دشمناں
چشم نم ہیں ان کے ماتم سے سبھی برنا و پیر — دل ہے میرا خوں چکاں آنکھیں ہیں خونابہ فشاں
نوحؔ بھائی آئے ہیں جہلم میں ہونے کو شریک — شمعِ کشتہ کے ہیں یہ پروانۂ آتش بجاں
ہم ابھی دو دن غم میں ہیں ادر تم ہوئے سدرہ نشیں — ہائے اے نواب بھائی تم کہاں اور ہم کہاں
ہوں اگرچہ ہیں نغز گو دلی سے باہر سینکڑوں — میں ہوں اربابِ وطن کا اپنے لیکن نوحہ خواں

جب کہیں ہوتے غزل خواں بھائی سائل سنتو سب — روزمرہ چست بندش ٹھیٹھ دلی کی زباں
دے خدا استاد زادی کو مری صبر جمیل — اور قطب الدین کو عمر خضر عیش جاوداں
سال عیسیٰ کے لئے مخرج بنی ہے یہ دعا — سائلِ شیوا بیاں ہو جنتی خلد آشیاں ۱۹۴۵

سنہ ہجری ملہم غیبی نے یوں انشا کیا
زار دہلی پر رہا پہ جبر یہ قہر آسماں ۱۳۶۴

ہ وفاتِ حسرت آیات جناب ابوالمعظم نواب سراج الدین احمد خانصاحب سائل دہلوی

از جناب نوح ناروی صاحب

آج دنیائے سخن کیوں موردِ آلام ہے — آج کیوں اربابِ فن میں ہر طرف کہرام ہے
آہ کاہش آہ کاوش آج دونی ہوگئی — آہ دلی آہ دلی آج سونی ہوگئی
قوتِ ضبط و تحمل سے رہا جاتا نہیں — منہ کو آتا ہے کلیجا کچھ کہا جاتا نہیں
دفعتاً تاریکیٔ قسمت کا پھیرا ہو گیا — مٹ گئی ساری تجلی گھپ اندھیرا ہو گیا
دل تڑپنے سے کوئی لحظہ سکوں پاتا نہیں — دامنِ تسکیں کسی صورت سے ہاتھ آتا نہیں
زمزمہ پردازیاں رنگیں چمن کی لٹ گئے — معرکہ آرائیاں بزمِ سخن کی ہائے ہائے
آفتاب اسلاف کا زیرِ زمیں پوشیدہ ہے — کثرتِ گریہ سے جو دیدہ ہے وہ نم دیدہ ہے
حوض قاضی کی فضائیں خاک میں سب مل گئیں — لال دروازہ کی اینٹیں فرطِ غم سے ہل گئیں
ہر در و دیوار پر بے رونقی سی چھا گئی — وقت سے پہلے زمانے میں قیامت آگئی
کم نہیں انساں کے حق میں کسی انساں کا غم — قہر ہے مرزا سراج الدین احمد خاں کا غم
داغ دے کر حضرت سائل جہاں سے اٹھ گئے — داغ کی آغوش میں پہنچے یہاں سے اٹھ گئے
داغ ہی کا داغ دنیا کے لئے کچھ کم نہ تھا — کون سادہ دل تھا جو پُر داغ دفترِ غم نہ تھا
بھول کر بھی عرضِ حاجت کی طرف مائل نہ تھے — تھا تخلص صرف سائل ورنہ وہ سائل نہ تھے

جانتے تھے خاص وہ اپنا تمنائی مجھے کس کو بھائی میں کہوں کون اب کہے بھائی مجھے
پاک فطرت پاک سیرت اور اُنسا کون تھا نیک نیت نیک خصلت اور اُنسا کون تھا
خوش ادائی وضع داری جامہ زیبی ختم تھی دل رُبائی دل ستانی دل فریبی ختم تھی
قول فیصل حسبِ موقع یاد کیا کیا آئیگا جو پڑے گی بحث اسے کیونکر کوئی سلجھائیگا
کس کی تحقیقات پر فکرِ رسا اترائے گی کس کی بولی مستند عالم میں مانی جائیگی
ہائے وہ ان کا تکلم وہ ادب دانی کی شان ہائے وہ انکا ترنم وہ غزل خوانی کی شان
تھا جہاں آباد میں جس سے وقارِ شاعری تخت گہ سے اُٹھ گیا وہ تاجدارِ شاعری
دن گذارے زندگی کے حشمت و شوکت کیساتھ ملنے والا کوئی آیا تو ملے اُلفت کیساتھ
تھے ہزاروں نکتہ ہائے خوب ہر ہر بات میں جمع تھے لاکھوں فضائل اک گرامی ذات میں
جو غزل لکھی وہ معنی کا خزینہ بن گئی بیت جو نکلی قلم سے وہ نگینہ بن گئی
حرف رکھنا سہل تھا کب نکتہ چیں کیواسطے لفظ جیسا تھا جہاں بھی تھا وہیں کیواسطے
قدر دانوں سے کوئی پوچھے یہ کیسی موت ہے درحقیقت شاعری کی موت ایسی موت ہے
جس قدر احباب تھے اس رسم پر مائل ہوئے ابنِ سائل جانشینِ حضرت سائل ہوئے
جب نگاہِ حسرت آگیں جانب مدفن گئی سُرمۂ چشمِ بصیرت خاکِ مرقد بن گئی

سب کہیں آمین سُن کر اس دعائے نوح کو
دے جگہ فردوس میں اللہ اُن کی روح کو

نوحۂ وفات حسرت آیات عالی جناب ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائل

از جناب نہال سیوہاروی

ہے جوشِ غم ہمہ تن، بے قرار ہے دلی کسی دُکھے ہوئے دل کی پکار ہے دلی
فغاں کا عالم شعر و سخن سے شور اُٹھا گری چمن پہ وہ بجلی، چمن سے شور اُٹھا

زمیں نوحہ گری ہر ادب شناس ہوا
دیارِ غالبؔ و مومنؔ اُداس اُداس ہوا

ظہورِ ظلمتِ غم بزمِ بے چراغ سے ہے
بلند شور یہ کیا سرزمینِ داغؔ سے ہے

دلِ جہاں پہ قیامت گذر گئی یارب
ضیائے نیّرِ رخشاں کدھر گئی یارب

جفائے خنجرِ دوراں سے دلفگار ہوں میں
ندیم! جام اُٹھا لے کہ سوگوار ہوں میں

نکاتِ فن کئے اک عمر جس نے حل نہ رہا
دریغ ساقیِ میخانۂ غزل نہ رہا

ز دیدہ موجۂ خوناب حاصل است مرا
چہ دشنہ در جگر از مرگِ سائلؔ است مرا

بلند رتبہ و عالی مقام تھا سائلؔ
جہانِ شعر و ادب کا امام تھا سائلؔ

سخنوری میں مسلّم وقار تھا اُس کا
ہر ایک شخص عقیدت گذار تھا اُس کا

وہ کیف بار و حیات آفریں غزل اُسکی
بہارِ تازہ کی صورت حسیں غزل اُسکی

وہ مثنوی میں طبیعت کا رنگِ جولانی
فرازِ کوہ سے بہتا ہو جس طرح پانی

جُدا زمانے سے انداز شعر خوانی کا
ہر اک زباں پہ وہ ذکر اُس کی خوش بیانی کا

اسیرِ خوابِ اجل نغمہ خواں ہوا صد حیف
خموش طوطیِ ہندوستاں ہوا صد حیف

بیاں نہ ہو وہ مصیبت ہے رحلتِ سائلؔ
وداعِ خُلق و مروّت ہے رحلتِ سائلؔ

ترے فراق میں خوں گشتہ ہر جگر ہے آج
شبیہہ غالبِ مرحوم تو کدھر ہے آج

گذر جہاں تھا وہ راہیں تلاش کرتی ہیں
ترے وطن کی نگاہیں تلاش کرتی ہیں

قطعۂ تاریخ وفات

(از سید معشوق حسین صاحب اطہر ہاپوڑی)

وفاتِ حضرت سائل سے ہو گیا تازہ
وفاتِ داغ فصیح الکلام کا صدما

زباں اُن کی وہی تھی جو داغ کی تھی زبان
وہی تھا رنگِ سخن اور وہی تھی طرزِ ادا

جنابِ ثاقب و نشتر کی یادگار تھے وہ
انھیں کے دم سے تھا زندہ کمال غالب کا

انھیں کی ذات تھی دلی میں مایۂ نازش
وہی تھے اپنے زمانے کے افصح الشعرا

وہ خوش بیان و خوش الحان و ماہر فن تھے
وہ آپ خلق و مروت میں تھے جواب اپنا

پچاس سال سے ان سے تھی دوستی میری
پچاس سال سے تھے مجھ پہ وہ کرم فرما

نہ آج راسخ و شاعر نہ ساحر و سائل
زبان دہلی انھیں کے لئے ہے نوحہ سرا

سُنیں گے کس سے سنائینگے کسکو دلی میں
سخن ہے کوئی نہ اب ہے کوئی سخن آرا

ہزار صدمے ہیں اک جان ناتواں میری
ہزار داغ الم اک دلِ حزیں میرا

سناؤں دردبھری داستانِ غم کس کو
سُنے گا کون یہ میری شکستِ دل کی صدا

اس انجمن میں ہے کیفی جو ایک شمع سحر
سلامت اس کو مرے مرنے تک تو رکھے خدا

دُعا کا وقت ہے اطہر دعا خدا سے کر د
ملے بہشت میں سائل کو درجۂ اعلیٰ

سنین رحلت مرحوم حضرت سائل
لکھو کہ (شاعر شیریں بیاں جہاں سے گیا)
۱۳۶۴ھ

رُباعیات

سائل کی زبان تھی زبانِ دہلی
سائل کا بیان تھا بیانِ دہلی

دم ان کا غنیمت تھا بہت دہلی میں
تھی دم سے انھیں کے آج شانِ دہلی

شاعر نہیں وہ شعر کے استاد بھی تھے ماہر نہیں وہ ماہر نقاد بھی تھے
دلی کے نہ صرف اہل زباں تھے سائل وہ داغ سے استاد کے داماد بھی تھے
خوش فکر خوش اخلاق خوش آواز بھی تھے بلبل کی طرح زمزمہ پرداز بھی تھے
انداز سخن سب سے جدا تھا ان کا موجد بھی تھے وہ صاحب انداز بھی تھے
سائل کو بجا دعوائے یکتائی ہے تحقیق میں ہم رتبۂ صہبائی ہے
استاد ہے وہ اور مکمل استاد سائل کی مسلم سخن آرائی ہے

قولہ تعالیٰ:- وَلَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُوْنَهَا
۱۳ ۵ ۶۴

استاد مرحوم نواب سراج الدین احمد خاں سائل کی یاد میں

(از مولوی حفیظ الرحمان واصف)

کیوں یکایک اہل محفل پر اداسی چھا گئی؟ ہمدمو! دل تھام لو واصف کی باری آگئی
آج سائل! آہ سائل! کیا ہوا؟ کس نے کہا؟ کوچہ و بازار میں کیسا ہے محشر سا بپا؟
کیا سناؤں تم کو اپنے درد و غم کی داستاں کیا دکھاؤں تم کو اپنے دل کی چوٹوں کے نشاں
ختم ہیں آنسو مگر دل کو قرار آتا نہیں زخم بھر جاتے تو ہیں لیکن نشاں جاتا نہیں
حسرت آگیں ہے کہانی شاعر مظلوم کی مٹ گئی خاص اک نشانی دہلی مرحوم کی
دل کہ جو ہے صد ہزار اسرار فطرت کا امیں آج ہے لیکن ضبط غم کی تاب لا سکتا نہیں
ٹھیر جا دم بھر دل بیتاب! رو نے دے مجھے مرقد سائل پہ گوہر بار ہو نے دے، مجھے
یاد اجمل خاں تھی اب تک جاں گسل واحسرتا آج صرف ماتم سائل ہے دل واحسرتا
اے کہ تجھ سے گلستان مکرمت شاداب تھا! تو کتاب عظمت اسلاف کا اک باب تھا
اے کہ تھی تیری نگاہوں میں قیامت کی کشش دل کی گہرائی سے ہوتی تھی محبت کی کشش

جادۂ انوارِ قدسی تھا ترا تارِ نگاہ
تھی وجاہت تیری اک تمثیلِ تخلیقِ الٰہ

تیرا خُلق و اعتنا تھا درخورِ صد احترام
دل کا تیری اک نگاہِ مہر سے ہوتا تھا کام

محرمِ اسرارِ الفت دیدۂ بینا ترا
روئے روشن کی طرح تھا منجلی سینہ ترا

رشکِ تمکینِ ابوۃ تیری شانِ حلم تھی
پرتوِ شانِ نبوۃ تیری شانِ حلم تھی

آشکارا تیرے چہرے پر وقارِ باستان
تیرے خط و خال میں مسطور گذری داستان

آستاں تیری سخا و مرحمت کی سجدہ گاہ
یادگارِ شوکتِ دیرینہ تیرا افسر و جاہ

شرحِ رازِ نیکی و احساں تکلم تھا ترا
جلوۂ صد صبح، فردوسی تبسم تھا ترا

تیرا ہر فرمودہ نکہت بار و لطف انگیز تھا
تیرا اک اک لفظ علم و فن کی دستاویز تھا

جسم ہے موجود اور معدوم جانِ شاعری
مٹ گیا تیرے نہ ہونے سے جہانِ شاعری

وہ سراج الدین تھے دلی کے شمعِ انجمن ق
ایک شاہِ ہند تھا اور اک شہنشاہِ سخن

ختم اُس پر آلِ بابر کی وجاہت ہوگئی
ختم تجھ پر ذوق و فردوسی کی عظمت ہوگئی

اک ظفر کیا اُٹھ گیا مغلوں کی حکومت لُٹ گئی
ایک سائل کیا اُٹھا دلی کی دولت لٹ گئی

کون اب ہم کو نکاتِ فن بتانے آئے گا
کون اب سوئے "کتب خانہ" کرم فرمائیگا

محفلِ ودشیں کی جمعیت پریشاں ہوگئی
رونے والی شمع اک تھی وہ بھی اسکو رو گئی

کوچۂ رضواں میں جب سائل نے جاکر دی صدا
زمزمہ سنجانِ طوبیٰ نے پکارا، مرحبا!

مرحبا اے ہم صفیرِ مومن و داغ و حزیں
مرحبا اے میہمانِ جلوہ گاہِ حورِ عیں

ہو مبارک تجھ کو فضل و رحمتِ پروردگار
ہو مبارک تجھ کو باغِ خلد و طرفِ جوئبار

خاکِ مہرولی کہ مہدِ نعمتِ اسلام ہے
اب وہیں پوشیدہ واصفؔ آفتابِ شلم ہے